حدیث اور علوم حدیث کے میدان میں نئے چیلنجز

ساجد احمد صدوی
شعبہ تخصص فی علوم الحدیث، جامعہ فاروقیہ، کراچی

اللہ تعالیٰ کی جاری سنت کے مطابق ہر دور کی شرعی، علمی، اخلاقی اور سیاسی ضرورتوں کا سامان ہوتا رہتا ہے، اللہ تعالیٰ اپنے خاص بندوں کے دلوں میں اُس کے لئے غیر معمولی بے چینی، بیتابی کی کیفیت پیدا کر دیتے ہیں، جس کی وجہ سے وہ دیوانہ وار اٹھ کھڑے ہوتے ہیں، اور یوں اُن کی بے چینی اور بیتابی ایک بڑی ضرورت کا انتظام ہو جانے اور بڑے خیر و برکت کا باعث بن جاتی ہے۔

ہندوستان میں اسلامی اقتدار، دینی علوم اور مسلمانوں کی وحدت و جمعیت کو جس قسم کے خطرات لاحق ہو گئے تھے، ملت اسلامیہ ہندیہ تاریخ کے جس خطرناک موڑ پر کھڑی ہو رہی تھی، قدرت نے اس کی حفاظت، بقا اور تعمیر و ترقی کے لئے جن لوگوں کا بطور خاص انتخاب کیا، جن سے امت اسلامیۃ ہندیہ کے دین وایمان، وحدت و جمعیت کا سارا کام متعلق ہو گیا، جنہوں نے یہاں کے معاشرے پر گہرے نقوش قائم کئے، اُن میں دسویں صدی کے شیخ علی متقی متوفی ۹۷۵ ہجری، محدث محمد طاہر پٹنی متوفی ۹۸۷ ہجری، شیخ مجدد سرہندی متوفی ۱۰۳۴ ہجری، شیخ عبد الحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۳ ہجری ،امام شاہ ولی اللہ دہلوی متوفی ۱۱۷۶ ہجری، اوران کا پورا خاندان ،امام عبد العزیز پرہاڑوی متوفی ۱۲۳۹ ہجری ،سید احمد شہید ۱۲۴۶ ہجری، میاں جی نور محمد جھنجھانوی متوفی ۱۳۰۹ ہجری، علامہ احمد علی سہارنپوری متوفی ۱۲۹۷ ہجری اور حاجی امداد اللہ متوفی ۱۳۱۷ ہجری کے نام نامی سرفہرست ہیں؛ ان کے بعد ان سب کے علوم ومعارف، صلاحیت وقبولیت ،ذکر و فکر، دعوت و تحریک کے وارث "اکابر علماء دیو بند" قرار پا گئے؛ جن کے تجدیدی کارناموں میں ایک بڑے سنہری حروف سے لکھی جانے والی خدمت حدیث نبوی اور اس کے علوم کی عمومی نشر و اشاعت کے لئے درس وتدریس، تصنیف وتالیف، وعظ وتذکیر کو عمومی رواج دینا ہے۔

علوم حدیث کی بازیافت: ان خاصان خدا کی علمی وروحانی وراثت کی سب سے بڑی تقسیم گاہ "دارالعلوم دیوبند" تھی، جہاں کے فرزندوں نے دوسری عظیم خدمات کی طرح یہاں حدیث کے میدان میں بھی بڑے کارنامے انجام دیئے ؛اکابرِ دیوبند نے اپنے اپنے دور میں نہایت اہم کام کئے اور حالات کے مناسب ضرورتوں کا صحیح ادراک کر کے اس کے لئے مناسب وبروقت سامان بہم پہنچائے، چنانچہ یہی ذوق اُن کے تربیت یافتہ شاگردوں اور جانشینوں کے حصہ میں آیا؛ انہوں نے بھی اس سلسلے کو آگے بڑھانے کے لئے کوششیں جاری رکھیں، اسلاف کی وضع کردہ بنیادوں پر مستقیم رہتے ہوئے اور ان کے خدمات کے تسلسل کو باقی رکھتے ہوئے امام العصر علامہ انور شاہ کاشمیری متوفی ۱۳۵۲ ہجری کے شاگرد رشید محدث العصر علامہ سید محمد یوسف بنوری متوفی ۱۳۹۳ ہجری نے استاد گرامی قدر کی سابقہ آرزو کے مطابق سنہ ۱۳۸۳ ہجری مطابق ۱۹۶۳ عیسوی میں علوم حدیث کی نشرواشاعت، حفاظت وبقاء اور اس کے لئے ماہرین کی جماعت تیار کرنے کے لئے باقاعدہ ایک نصاب تجویز کیا اور اس نصاب کی تطبیق وتعمیل کے لئے الگ درس گاہ، ماحول اور اساتذہ کا انتظام کیا۔

محقق العصر علامہ محمد عبدالرشید نعمانی متوفی ۱۴۲۰ ہجری، حضرت علامہ محمد ادریس میرٹھی متوفی ۱۴۰۹ ہجری رحمہما اللہ اور ان کے بعد حضرت مولانا ڈاکٹر محمد عبدالحلیم چشتی مدظلہ نے علامہ بنوری کی خواہش کو تکمیل تک پہنچانے کے لئے اپنی خدمات پیش کیں۔ جہاں سے مولانا ڈاکٹر حبیب اللہ مختار شہید متوفی ۱۴۱۸ ہجری، مولانا محمد امین اورکزئی شہید متوفی ۱۴۳۰ ہجری، مولانا محمد اسحاق سلہٹی، مولانا مہر محمد میانوالوی، مولانا محمد زمان کلاچوی وغیرہم جیسی دوسری عظیم شخصیات تیار ہو کر نکلیں، جن کی خدمات حدیث بجائے خود ایک تاریخ ہے، جو شوق وجذبہ، قوت فہم وادراک اور جہد مسلسل کی داستانوں سے پر ہے۔

علامہ بنوری، علامہ نعمانی اور علامہ میرٹھی کے بنا کردہ اس سلسلے کو فروغ ملا، چنانچہ یہاں سے تربیت پا کر جانے والوں نے دوسری جگہوں میں علوم حدیث کی نشرواشاعت میں حصہ لیا، اور اس کی بہاریں، رونقیں بحال کیں۔ مولانا جنید شوق، مولانا عبد المالک وغیرہما نے مشرقی پاکستان میں اور دوسرے کئی حضرات کے ذریعہ مختلف ممالک اور شہروں میں، حدیث، علوم حدیث پر کئی طرح سے کام ہوئے۔ دوسرے اکابر حضرات نے بھی اس نظام کو پسند کر کے اپنے اداروں میں جاری کیا، حضرت مولانا عاشق الٰہی بلندشہری، مفتی محمد شاہد، مولانا زین العابدین اعظمی کے ذریعہ جامعہ مظاہر علوم سہارنپور میں، مولانا نعمت اللہ اعظمی، مولانا عبداللہ معروفی اور مولانا اسجد قاسمی وغیرہم کے ذریعہ دارالعلوم دیوبند میں، شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب مدظلہ العالی کے ہاتھوں ۱۴۲۵ ہجری سے جامعہ فاروقیہ میں یہ سلسلہ شروع ہوا۔ ملک کے دیگر موقر اداروں جامعہ دار العلوم حقانیہ، جامعہ خیر المدارس، جامعہ اشرف المدارس، مدرسہ مرکز اتحاد اہلسنت وغیرہا میں بھی علوم حدیث کے حوالے سے بازیافت کی بازگشت سنائی دے رہی ہے، اِدھر کئی سالوں سے جامعہ دارالعلوم کراچی میں "موسوعۃ الاحادیث" پر اپنی نوعیت کا کام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ العالی کی نگرانی میں "مجمع الفقہ الاسلامی جدہ" کے تعاون سے چل رہا ہے؛ (

ڈاکٹر عبد الملک بن بکر عبد اللہ قاضی اور دوسرے کئی عرب محققین بھی اس موضوع پر کام کرتے رہے ہیں، موصوف از ہر کے متخصص اور سعودیہ کے شہر ظہران میں قائم "جامعۃ فہد للبترول والمعادن" سے وابستہ ہیں) یہ سب اکابرِ دیوبند کی علمی روایات کی پاسداری، ان کی سپرد کردہ امانت کی حفاظت اور ان کی عظیم خدمات کا تسلسل ہے؛ جس کا جاری رکھنا ہر اس شخص کی ذمہ داری ہے، جو ان خاصانِ خدا کے دامن فیض وصد خیر وبرکت سے وابستگی کو اللہ کی عظیم نعمت سمجھتا ہے۔

اکابر کے زیر سرپرستی چلنے والے تمام اداروں کو اپنے کاموں کا معیار بلند رکھنے، ناقدین حدیث کی طرح ٹھیٹھ علمی اور تحقیقی مزاج واسلوب کو اپنے ماحول میں پیدا کرنے اور اِس کو کسی ضرورت کی نذر نہ کرنے کی ضرورت ہے؛ تاکہ کاموں میں پختگی اور پائداری کا جوہر نمایاں ہو، دفع الوقتی قسم کی چیزوں کو تحقیق کے عنوان سے متعارف کرانے کا سلسلہ نہ ہو، اسی طرح کسی مخاصمہ، تحاسد کی کیفیت کے بغیر مسابقہ بھی جاری رہے؛ تاکہ مکرر عنوانات کے بجائے نئے موضوعات پر بھی کام ہو سکے، اسی طرح کوششوں اور نتائج میں ممکن حد تک ہم آہنگی اور مساعدہ وتعاون بھی اکابر کے مزاج کا حصہ رہا ہے؛ کیونکہ سب مشترک علمی اقدار کے قائل اور اس کے فروغ کے لئے ہی کوشاں ہیں۔

تخصص فی الحدیث کا بنیادی موضوع علوم حدیث کے بیش بہا ذخیرہ کی حفاظت، صحیح رخ کے مطابق نشر واشاعت، بحث وتطبیق کی روایت کا احیاء، فن تخریج حدیث، تخریج رجال حدیث، جرح وتعدیل کی تربیت، کذب بیانی سمیت تمام کمزوررَویّوں کا خاتمہ، بے جا تشدد کی حوصلہ شکنی، "ارباب دال" اور دوسرے معاصر لکھاریوں کے کاموں کی نگرانی، ان کی دست برد کی نشاندہی، قدیم ورثے کی حفاظت واشاعت، نئی ضرورتوں کا صحیح ادراک، بروقت مداوا کرنے کی تمام ترممکنہ تدبیریں؛ جو پختگی، دور بیں نگاہی اور بصیرت افروزی کے ساتھ سلف صالحین بالخصوص دور اخیر کے اہل حق کی نمائندہ جماعت "اکابر علماء دیوبند" کے مزاج ومذاق کا بھی رنگ لئے ہوئے ہوں۔

یہ اہداف عظیم ہیں، ان کا دائرہ عمل بہت بڑا اور وسیع ہے، دوسرے بیسیوں موضوعات کے ساتھ فقہ حنفی، علماء احناف بالخصوص اکابر دیوبند کی حدیث کے حوالے سے عظیم خدمات بھی اس وسیع دائرہ کے اندر موجود ہے۔

تاہم علوم الحدیث النبوی الشریف کی اِس درسگاہ میں بنیادی طور پر قوتِ استعداد اور صلاحیت کا پیدا ہو جانا ہدفِ اول کے طور پر پیش نظر رکھا جاتا ہے؛ جو تشکیلِ نصاب کا بنیادی جوہر ہے، دو سال کے قلیل عرصہ میں ہر ایک ضروری موضوع پر کام کرنے کا موقع ملجانا بہت دشوار ہے؛ البتہ نصابی تقاضوں پر عمل پیرا ہو کر، اصولی اور بنیادی منہج کے ساتھ مناسبت پیدا ہو جانے کے بعد حسبِ توفیق کسی بھی ضروری موضوع پر صحیح طریقہ سے کام کیا جا سکتا ہے۔

کسی بھی ضروری موضوع کو ہاتھ لگانا اور اُس کے بارے میں خامہ فرسائی کرنا جرأت کا اظہار کہلایا جاتا ہے؛ مگر اظہارِ جرأت مطلوب اور مقصود نہیں، دیکھنے کی بات یہ ہے کہ اہلیت کا دائرہ کار کیا ہے؟ کہیں بے وقت و بے جا دخل اندازی تو نہیں ہو رہی ہے؟ موضوع سے گہری وابستگی رکھنے والوں سے علمی تعلق خاطر بھی ہے کہ یوں ہی ہوائیاں اڑائی جا رہی ہیں؟

بنیادی صلاحیت واستعداد کا ملکہ حاصل ہو، نہ کسی صاحبِ فن کی تربیت کا جوہر ملا ہو، اوپر سے ذوق ومزاج میں بھی غیروں سے آشنائی کا آمیزہ ہو، تو ضروری موضوعات وعنوانات پر خامہ فرسائی سے نئی پیچیدگیاں جنم لیتی ہیں؛ اور یوں ایک مسئلہ حل ہونے کے بجائے بیسیوں اور پیدا ہو جاتے ہیں؛ روشن خیال پروفیسرز صاحبان کے خیالات کی تعمیر اور ان کے خوابوں کی تعبیر "اکیڈمی" کے زیرِ انتظام شائع ہونے والے "مواد" میں اس کے بیسیوں نمونے دیکھے جا سکتے ہیں۔

نصابی تقاضوں میں ٹھوس صلاحیت، استعداد اور قوتِ فہم وادراک، سلف صالحین کا ذوق ومزاج اور طرز وطریقہ اول درجے کی چیز ہے، علمی ضرورتوں کا انتخاب، ذمہ داریوں کا نباہ، عملی اقدامات کی طرف پیش قدمی وقتی طور پر ثانوی درجے کی چیز شمار ہوتی ہے؛ کیونکہ پختگی اور صحیح ذوق مزاج اپنائے بغیر علمی وتحقیقی کاموں کے تقاضے پورے نہیں کئے جا سکتے۔

پچھلے دور کے چیلنجز: حدیث اور علوم حدیث کے حوالے سے جو چیلنجز پچھلے دور میں تھے، وہ اب بھی موجود ہیں، وہ تمام باتیں اور مسائل جو کل اس کی اہمیت وضرورت کو کھول کھول کر بتا رہے تھے، اور اصحابِ حدیث کو اٹک رہے تھے، ان کو بے چین کئے ہوئے تھے، وہ آج بھی موجود ہیں، اور عصر حاضر کے خاص مسائل کے پیش نظر نئے چیلنجز اور سامنے آئے ہیں۔

پچھلے چیلنجز کے لءکفرق صرف یہ ہے کہ پچھلے چیلنجز کے حوالے سے ہماری ضرورت فنی مناسبت کے ساتھ مصادر ومراجع کی تلاش سے پوری ہو جاتی ہے؛ مگر نئے چیلنجز کا سامنا کرنے کے لئے ہمیں تنہا میدان میں کودنا پڑ رہا ہے، مسائل کا صحیح ادراک کرنا، اس کا پس منظر جاننا، اور غور وخوض کر کے اس کی تہہ تک پہنچنا، پھر اس کے لئے مناسب تدابیر اختیار کر کے ان سے نمٹ لینا یہ سب کام خود سے کرنے پڑ رہے ہیں۔

آج بھی موضوع ومنگھڑت روایات کا رواج وچلن ہے، وعظ ونصیحت، ترغیب وترہیب کے حلقوں میں، رواج ورسومات کے موقعوں پر، عقائد ونظریات ہر جگہ اس کا سہارا لیا جاتا ہے، اچھے خاصے اہلِ علم لوگ بھی بہتے دریا کے ساتھ چل پڑتے ہیں، زبان زدِ عوام روایتیں کسی مراجعت کے بغیر بیان کر دیتے ہیں؛ جس میں موضوع تک آ جاتی ہیں۔

فرقِ باطلہ، روافض، آغانی، بوہرے، نوربخشیے اب تک اپنے آباء واجداد کی روایات برقرار رکھے ہوئے ہیں، بری عادت کے مطابق منگھڑت روایات سنا سنا کر اپنے معتقدین کو ایک مخصوص حصار میں جکھڑے رکھتے ہیں؛ تاکہ ان کو صحیح اسلامی تعلیمات کی ہوا نہ لگے، خوشی وغمی کے نام پر مختلف فرقوں کے یہاں نام نہاد عباداتی، نیم سیاسی رسومات کے موقعوں پر وہی ایران توران کے قصوں، کہانیوں اور منگھڑت روایات کی بھرمار ہوتی ہے، جس کی تکذیب کئے ہوئے ناقدینِ حدیث کو ایک زمانہ گزر چکا ہے، جو صحیح العقیدہ لوگ ان کے قریب رہتے ہیں، بالخصوص خواتین اُن پر ان بے سروپا باتوں کے اثرات دیکھے جا سکتے ہیں۔

تیجے، چالیسویں، جمعہ، جمعرات، مردے، زندے اور دوسرے طرح طرح کے ناموں اور واجب کردہ رسومات کی بنیاد بھی بے سروپا روایات ہی ہوتی ہیں؛ محدثین نے ان کو مسترد کر دیا ہے؛ پھر بھی اُن کو سنا سنا کر مسلمانوں کو بے وقوف بنایا جاتا ہے، تعلیم یافتہ کہلوانے والے جاہل بھی خوب جی بھر بھر کر جہالتِ مرکبہ سے فیضیاب ہوتے رہتے ہیں۔

یہ سلسلہ رکا نہیں، یہ تمام وہ مواقع ہیں جہاں برسرِ عام پوری ڈھٹائی کے ساتھ سرورِ کونین جناب رسول اکرم اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر، آپ کے آل و اصحاب اور سلف صالحین پر جھوٹ بولا جاتا ہے، کسی کے کان پر جوں تک نہیں رینگتی۔ مقتدایانِ امت نے بہت پہلے اِن چیلنجز کا سامنا کیا تھا اور ان بدنہاد لوگوں کی خبر لے کر گھر کے چوروں کی ریشہ دوانیوں کو طشت از بام کیا تھا۔

اس وقت حالت یہ ہے کہ علوم حدیث و مصطلحات کی تدوین و تنقیح ہو جانے کے باوجود ان سے پوری واقفیت، غیر رسمی مہارت رکھنے ہونے والے خال خال ہی ملتے ہیں، ائمہ فن کی کتنی عبارتیں، اصطلاحات، آراء اور اقوال ایسے لوگوں کی راہ تک رہے ہیں جو اس کا صحیح مفہوم بتا سکیں، اس کی صحیح تطبیق کر سکیں، اشکالات کا محاکمہ کر سکیں اور غلط فہمیوں کے شکار لوگوں کو سمجھا سکیں۔ ادھر ادھر سے چند حوالے دیدینا، سوئے ہوئے شیروں کو جگائے بغیر گزر جانا تو شاید مطبوعات اور اردو تراجم کی بہتات کے اس دور میں زیادہ مشکل نہیں رہا؛ مگر کتابیں جمع کر لینا فنی مہارت کا متبادل نہیں ہو سکتا؛ یہ سب زمانہ گزشتہ کے چیلنجز ہیں، جن سے بے خبر شخص کسی صورت نئے چیلنجز کا سامنا نہیں کر سکتا ؛ بلکہ علمی دنیا کے مسائل عضلہ میں مزید اضافے کا باعث بنے گا۔

نئے چیلنجز: اس وقت مغربی سوچ اور اس کے متعین کردہ تقاضوں کی بنیاد پر بنے ہوئے نظام کی نقالی میں اپنے نظامِ تعلیم و تربیت کی ساخت و پرداخت کرنے والے عرب و عجم کے ادارے، یونیورسٹیاں اور کالجز اسلامی علوم و فنون کو بھی دوسرے فنون کی طرح تختہ مشق و ستم بنائے ہوئے ہیں، جہاں نونہالانِ قوم کو مغرب سے درآمد کردہ اندازِ فکر کی بنیاد پر ''اسلامیات'' کی تعلیم دی جاتی ہے، اور اس میں بزعم خویش، تخصص اور اسپیشلائزیشن کے کورس کروائے جاتے ہیں۔

چنانچہ وہ مغربی آقاؤں کے اسلوب و انداز میں حدیث و علوم حدیث پر لمبے چوڑے مقالے اور تھیسز تیار کرتے ہیں، شکل وصورت، لباس و پوشاک، وضع قطع، چال ڈھال، نشست و برخاست، کردار و اخلاق، سوچ، فکر، اہداف و مقاصد ہر چیز میں مغرب کی نقالی، ان کی سی زندگی؛ اور لگے ہیں حدیث نبوی پر تحقیق کرنے، علوم حدیث کی گتھیاں سلجھانے، امام ابوحنیفہ متوفی ۱۵۰ ہجری، عبدالرحمان بن عمرو اوزاعی متوفی ۱۵۷ ہجری، سفیان بن سعید ثوری متوفی ۱۶۱ ہجری، مالک بن انس متوفی ۱۷۹ ہجری، سفیان بن عیینہ متوفی ۱۹۸ ہجری، یحیی بن سعید القطان متوفی ۱۹۸ ہجری، عبدالرحمان بن مہدی متوفی ۱۹۸ ہجری، یحی بن معین متوفی ۲۳۳ ہجری، علی بن المدینی متوفی ۲۳۴ ہجری، ابوزرعہ رازی متوفی ۲۸۱ ہجری، محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ ہجری، مسلم بن الحجاج قشیری متوفی ۲۶۱ ہجری اور ابوجعفر طحاوی متوفی ۳۲۱ ہجری وغیرہم کی باتیں سمجھانے، ان کا مزاج و مذاق بتانے، ان کے اختلافات، علمی شخصیات میں مقارنہ کرنے۔

نتائج پر بھی کچھ پابندی نہیں، چند سال دائیں بائیں سے کچھ کتابیں اکھٹی کر لینے، انہیں، الٹنے پلٹنے سے دوسری و تیسری صدی کے مسلمہ ائمہ فن کے آپس میں فیصلے صادر کرنے کا سرٹیفکیٹ مل جاتا ہے؛ بلکہ ایسے بداندیشوں کی بھی کمی نہیں جو

سلف کے اُن مانے ہوئے، اور منجھے ہوئے اُئمہ فن کو بھی اپنے پیچھے چلنے پر مجبور کرنے کی ناکام کوشش کرتے ہیں؛ جن کے دم قدم سے فن کا وجود ہے، جن کا طرز و انداز فن میں قاعدہ وکلیہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ ببیں تفاوت رہ از کجا است تا بکجا!

ان لوگوں کے ہاتھوں ایڈٹ شدہ حدیث وعلومِ حدیث کی کتابیں ہزاروں کی تعداد میں موجود ہیں، ہزاروں شخصیات کا تحقیق کے نام پر جائزہ لیا جاچکا ہے، یہ عجیب وغریب ہالے تیار کرنے والے مقالے دھڑا دھڑ چھاپے جارہے ہیں، اور خوب داد تحقیق پا رہے ہیں۔ اِن نئی تحقیقات اور تدقیقات نے علمی دنیا کے رخ کو یکسر بدل کر کے رکھدیا، سوچ فکر کے زاویے ہی بدل دئے، سب کو ایک مخصوص دائرہ میں سوچنے اور اسی انداز سے کاموں کو آگے بڑھانے اور نتائج پیش کرنے کا پابند بنایا جاتا ہے؛ پھر بھی آزاد ماحول میں سوچنے اور کام کرنے کی باتیں کر کر کے تھکتے نہیں؛ بیسیوں مقالوں میں کوئی مابہ الفرق چیز نظر نہیں آتی، بڑے بڑے مسحور کن عنوانات، القاب وآداب اور تبویب وتفصیل پر مشتمل لمبے چوڑے خاکے وخطے، رسمی طریقہ کار اور عرفی کارگزاری کے علاوہ کسی کام کے نہیں ہوتے؛ چوری وخیانت کے عجیب وغریب قصے، کہانیاں اس پر مستزاد ہیں، جو پوری ''الف لیلہ ولیلہ'' کی داستاں ہے۔

ان نئے تحقیق سازوں نے جو مسائل پیدا کئے ہیں، اور جگہ جگہ داد تحقیق دے چکے ہیں، اس کو پڑھنا، غلط فہمیوں کو سمجھنا اور ان کا تدارک کرنا، ان کے شر سے امت کو بچانا، نئے چیلنجز ہیں؛ جو صبح وشام سلف صالحین کے دم قدم کے ساتھ چلنے والوں کے در پر دستک دے رہے ہیں، اِس پر جب کوئی اپنی برادری کا آدمی دوسروں کو اِن چالوں سے واقف کرانے کے بجائے اُن کے دام میں آجائے، اُنہی کے چال چلنے لگے، دیدہ ودانستہ یا نادیدہ ونادانستہ اُن کی باتوں کا ترجمہ کر کے نئے قالب میں پیش کرنے لگے، شخصیات کا پس منظر جانے بغیر ان کی کتابوں کو، آراء کو رواج دینے لگ جائے، تو چیلنجز سے نمٹ لینا اور زیادہ سخت ہو جاتا ہے۔

عرب وعجم سبھی اِس لپیٹ میں ہیں، نئے نظام تعلیم کی اکائیاں، اس کے خدوخال وہی ہیں جس سے صرف وقتی مشاہدہ وتجربہ کی بنیاد پر قائم فنون کو تقویت ملتی ہے؛ مگر اسلامی علوم وفنون یہاں ثقافتی وتاریخی یادگاروں سے زیادہ وقعت نہیں رکھتے، یہ نیا نظامِ تعلیم مسلمانوں کے اندر معرفت الٰہی والے علم کے سوتوں کو خشک تو کر دیتا ہے انہیں تر وتازگی نہیں بخشتا، یہاں ڈگریاں حاصل کرنے اور بڑی بڑی تنخواہیں پانے سے اوپر کوئی ہدف نہیں۔

مستشرقین جن کے پروردۂ تحقیق لوگوں نے نیا نظامِ تعلیم مرتب ومتعارف کرایا ہوا ہے، حدیث وعلوم حدیث کو طرح طرح سے تختہ مشق وستم بنائے ہوئے ہیں، لاکھوں، کروڑوں لوگوں کی گمراہی کا سبب بنے ہوئے ہیں، ان کی ریشہ دوانیاں آج بھی جاری وساری ہیں، اور دنیا کی مختلف زبانوں میں اُن کا تیار کردہ نام نہاد ''اسلامی لٹریچر'' پڑھا پڑھایا جاتا ہے، کتنے ہی مشہور عرب مؤلفین کی کتابیں مستشرقین کے افکار ومزعومات سے بھری پڑی ہیں؛ حالانکہ وہ اپنے حلقوں میں علماء اور مصلحین امت گردانے جاتے ہیں، مفتی عبدہ، رشید رضا، اور ایسے دوسرے کئی نام ہیں۔

جب عربوں کا حال یہ ہے تو "المنجد" جیسی ڈکشنریوں سے عربی سیکھ کر قرآن وحدیث پر خامہ فرسائی کرنے والے عجمیوں بالخصوص ہندوستانیوں کا کیا حال ہوگا؟ اندازہ نہیں کیا جاسکتا؛ یہی وجہ ہے کہ پرویز، مودودی، اصلاحی، غامدی، عمار راشدی، ذاکر نائک جیسے لوگ مسلمہ اصحاب علم وتحقیق قرار دئے جاچکے۔ عصری تعلیم گاہوں کا بیشتر نصابی مواد اور کتابیں براہ راست مستشرقین کی کتابوں سے، یا ایسے ثانوی مراجع سے تیار کی گئی ہیں جن کے بنیادی مصادر ومراجع مستشرقین کا تیار کردہ لٹریچر ہے؛ چنانچہ ان کا لب ولہجہ، طرز واسلوب، اثر وتاثیر اور سوچنے اور سوجھنے کا انداز سب مستشرقین کی تحریروں کا رہین منت ہے۔

ذات رسالت مآب صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے پرخاش رکھنے والے، نام نہاد بانئ علیگڑھ کالج بے سرو راہ احمد خان کے وارث پرویز لاہوری نے ظلم کی انتہا کردی، قرآن کا نام لے کر صاحب قرآن اور اس کی طرف سے بیاں ہونے والی وحی نبوت کا انکار کرڈالا، آج بھی اس کے چیلے موجود ہیں، جو خاک شدہ باقی ماندہ "خاکساریوں" کے ساتھ مل کر اُس کے خیالات بد کو پھیلا رہے ہیں؛ رہے "سر" اور "چراغ" سے فکری غذا پاکر دوسرے نام ولیبل سے کام کرنے والے سو اُن کا تو کوئی حساب وکتاب نہیں۔

غیر مقلدین جنہوں نے اُئمہ سلف اور اُن کے متبعین سے کینہ کی بنیاد پر اپنے لئے از راہ دروغ گوئی "اہل حدیث" کا عنوان اختیار کیا، انہوں نے الگ سے مسائل کھڑے کئے ہوئے ہیں، وحدت کو پارہ پارہ کر کے افتراق وانتشار کی راہیں ہموار کرتے رہے ہیں، ان کی نئی نئی شکلیں بھی نکلتی رہی ہیں، غرباء، مسعود عثمانی، جماعت المسلمین امت واحدہ کو افتراق کا طعنہ دے کر خود مفترق ہو رہے ہیں، یہ سب "حدیث" کا نام لے کر فتنوں کے جال پھیلائے ہوئے ہیں۔ نام نہاد مفکرین جاوید غامدی، عمار خان راشدی بھی تحقیق وجائزہ کے نام پر اپنی اپنی راگ الاپتے نظر آتے ہیں۔

البانی، ربیع المدخلی، مشہور حسن آل سلمان، عائض قرنی، زبیر علی زئی، بھی حدیث وعلوم حدیث کا سہارا لے کر ہزاروں لوگوں کے لئے بے راہ ہونے کا باعث بن چکے ہیں، شاگردوں، چیلوں کے ساتھ مل کر بڑی بڑی جلدیں تیار کی گئی ہیں؛ جس کا جھانسہ دے کر لوگوں کو بآسانی شکار کیا جاسکتا ہے۔ اب حدیث وعلوم حدیث کی معرفت، حدیث کی اتھارٹی تو بس یہی مذکورہ چند افراد ہیں، جن کو یہ مسترد کردیں، چاہے کوئی بھی ہو اُس کا کوئی نام نہیں لے سکتا، جو شخص ان کی گرفت کردے اُس کا ناطقہ بند کردیا جاتا ہے، حجاز مقدس میں رہنا؛ بلکہ وہاں کا سفر اختیار کرنا بھی مشکل ہوجاتا ہے۔

اپنے وقت کے نامور عالم اور بے نظیر محقق، ناقد امام محمد زاہد بن الحسن الکوثری، ان کے علوم کے ناشر محدث وقت علامہ شیخ عبد الفتاح ابو غدہ اور ان کے علوم کے وارث وجانشین محقق العصر علامہ شیخ محمد عوامہ حفظہ اللہ تعالی اور ان کے منتسبین نہایت حوصلہ شکنی کے ماحول میں جینے پر مجبور ہیں؛ انہیں اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے بہت مشکلات سامنے ہوتی ہیں۔ کسی بھی بڑے سے بڑے امام پر بیبا کی سے جرح کردیتے ہیں؛ مگر زمانہ حال کے نام نہاد تعلیمی ادارے کے فاضل، کسی مؤلف پر جرح کرنے یا صرف اختلاف رائے رکھنے کی بھی گنجائش نہیں سمجھتے، چاہے کوئی اہل علم کے مسلمہ طبقہ علیا سے

تعلق رکھنے والا شخص ہی کیوں نہ ہو۔

سہولیات کے تقاضے روز بروز بڑھ رہے ہیں، طرح طرح کی فہرستیں تیار کی جارہی ہیں، یہ سلسلہ اور بڑھ کر الیکٹرانک آلات کی طرف چل نکلا، مسابقت وگرم بازاری کی فضاء قائم ہوگئی ہے، اسلامی علوم واقدار، جس طرز وانداز میں اور جن طریقوں کی بدولت پہنچے ہیں، اب یہ باور کرایا جاتا ہے کہ آئندہ ایسا ممکن نہ ہوگا، اگلی نسلوں تک دین منتقل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ نہ صرف یہ کہ ان جدید ذرائع پر اکتفاء کیا جائے، قدیم ذرائع سے رفتہ رفتہ پرہیز بھی کیا جائے؛ کیونکہ یہ ترقی یافتہ لوگوں کی رسم وعادت یا ان کے عالی مزاج کے مطابق نہیں؛ وہ اِن کو پسند کی نگاہ سے نہیں دیکھتے۔

لوگوں کو خامخواہ فطری، صحیح طریقہ کے مطابق کتابوں کا مطالعہ کرنے کے بجائے نئے طور وانداز پر لایا جارہا ہے، انہیں تنہائی میں کتاب کے ساتھ سرگوشی کرنے اُس کے خفیہ رازوں سے واقف ہونے کے بجائے اسکرین پر لایا جارہا ہے، اُن ذرائع کو اختیار کرنے کی ترغیبات دی جارہی ہیں جو کبھی بیماروں اور ناتواں لوگوں کے لئے خاص سمجھے جاتے تھے؛ کتابوں اور کتب خانوں کو ختم کرنے کے لئے سہولت کے نام پر (سیڈیز، ویب سائٹس وغیرہا) نئے پروگرامز بنائے جارہے ہیں ،جس کی عادت ہوجانے کے بعد نئی نسل خود بخود کتاب اور کتب خانے پالنے کی روایت چھوڑ بیٹھی گی؛ بلکہ اِس کو بے فائدہ اور ردی سمجھ کر دشمن بن جائے گی۔

یوں جو چیزیں اور آلات وقتی مشاہدہ اور نئے تجربہ کی بنیاد پر قائم فنون میں کام لانے کے لئے وضع کئے گئے ہیں، اُسی کو تقویت دیتے ہیں اور اُنہی کی نشو نما کا باعث بنتے ہیں، اب اُن کو اسلامی علوم ومعارف کے لئے بھی استعمال کر کے؛ بلکہ بنیاد اور صحیح ذریعہ تصور کرا کر اُس کی روح کو اُٹھا لیا جارہا ہے، جو ایک طرف کتاب کے مدمقابل ہیں، تو دوسری طرف معلم اور ماحول کی ضرورت واہمیت کو، اور اس کی کامیاب اسلامی، تاریخی، تجرباتی حیثیت اور وجود کو بھی چیلنج کررہے ہیں۔

ان سہولیات کے جائز شرعی حدود کی تعیین کے علاوہ بھی کئی بنیادی اور نہایت اہم مسائل ایسے ہیں، جس کا ہمارے علوم وفنون کے ذوق ومزاج اور ہماری تعلیم وتربیت کے اسلوب وانداز، اہداف ومقاصد، ضروریات ونتائج اور دیگر تعلیمی نفسیات سے تعلق ہے؛ جس کے پیش نظر ہم نے یہ فیصلہ کرنا ہے کہ ان سہولیات کو فائدہ کی خاطر کہاں تک اور کس طرح استعمال کرنا ہے؟ نقصان سے بچنے کے لئے کہاں، کس قدر اجتناب واحتیاط کو ملحوظ رکھنا ہے؟

فلسفہ کے "ساحل" پر کھڑے شجرِ فکر کے "جریدہ" سے "شریعت" کا ثمر پانے والے نہایت پُرخطر مقام پر جا کھڑے ہوئے ہیں، ان ماہنامہ نگاروں، کارپردازوں کا لب ولہجہ یوں گویا معلوم ہوتا ہے: کہ پوری امت، جماعتیں، افراد، تمام طبقات، علماء، مشائخ اور زندگی کے تمام شعبوں سے تعلق رکھنے والے اپنے ایمان وعقیدہ، فکر وعمل، فہم قرآن، حدیث، فقہ اور علوم وفنون، کردار واخلاق، سیاست وسیادت، اسلوب وانداز کی درستگی کے لئے اُن کے فراہم کردہ منہج کو اختیار کریں، ان کے مشوروں پر عمل کر کے نئے تجربات کرلیں، کسی بھی چیز کے بارے میں صحیح تصور اُنہی سے لیا جائے، وہ بتائیں گے

کون کیا ہے کیا نہیں؟ کیا کرنا ہے کیا نہیں؟ صحیح کیا ہے اور غلط کیا؟

صرف فلسفیانہ قسم کی حجت بازیوں ہی کے ذریعہ کسی کی تعبیری، فکری اور عملی غلطی کو واضح کرنے سے اس کا دائرہ اثر ختم ہو جائے گا؟ لوگ اس کو چھوڑ دیں گے، اس کی اصلاح ہو جائی گی، تبدیلی آ جائی گی؟ خود اِن لوگوں کے مزعومہ فہم شریعت کو کیا اتھارٹی حاصل ہے؟ سیرت نبی، سیرت صحابہ، سیرت سلف صالحین کے ساتھ کس قدر عملی اور علمی تعلق ہے؟ اجتہادی قسم کے مباحث میں ہاتھ ڈالنا اور پھر اجتہاد کی راہ ہموار کرنے والوں پر رد کرنا؟

نہایت علمی و دقیق اور حساسیت والے سوالات و مباحث، عوام و خواص، دوست و دشمن کے سامنے تجزیہ و تبصرہ کے لئے پیش کرنا، صرف اپنی علمیت یا حقیقت پسندی کا رعب قائم کرنے اور عام لوگوں کے دلوں میں شکوک و شبہات، اور اضطراب و بے چینی کا لا متناہی سلسلہ شروع ہونے کا ذریعہ ہی ہو سکتا ہے؛ کیونکہ ان کے اٹھائے ہوئے سوالات، توہمات کے جوابات، توضیحات سوچتے سوچتے لوگ بہت دور دور تک نکل جاتے ہیں؛ حال یا ماضی قریب تو کیا بعید از بعید تر میں بھی رونما ہونے والا کوئی واقعہ، کوئی فیصلہ، کوئی اجتہاد، وضاحت، تشریح اس کی زد سے باہر نہیں؛ یہ صورت حال بھی نہایت سنجیدگی کے ساتھ اکابر کے منتسبین سے غور و خوض کی متقاضی ہے۔

حدیث و علوم حدیث کے مجموعے سامنے لانے اور ان کو نام نہاد محققین کی دست برد سے بچانے کی ضرورت ہے، بیشتر مطبوعہ کتابیں فنِ تحقیق و تعلیق کے اسلوب و انداز پر نہیں، تصحیح و مقابلہ نسخ کا جو عظیم کام شیخ الکل مولانا احمد علی سہارنپوری اور ہمارے دوسرے بزرگوں نے نہایت کسمپرسی کے عالم میں شروع کیا تھا، جو خالص علمی و روحانی بنیادوں پر قائم تھا، اُس کو ترقی دی جاسکتی، اُس کا دائرہ بڑھایا جا سکتا تھا؛ مگر بوجوہ ایسا نہ ہو سکا؛ سلسلہ منقطع نہیں ہوا، کام چلتا رہا؛ مگر سہولیات و فراخی کے دور میں فنی تقاضوں کی رعایت اور معیار کو بڑھانے سے زیادہ تجارت کو بڑھانے پر توجہ رہی، اگر بزرگوں کی روایات کی کما حقہ پاسداری ہوتی، تو آج مطبوعات کی دنیا میں بھی (تمام علوم و فنون کے لئے دنیا بھر میں) صرف اور صرف دیوبندی نسخے ہی رائج ہوتے، انہی کی طلب ہوتی، اور انہی کو اعتبار حاصل ہوتا؛ جبکہ اِس وقت طباعت کی دنیا پر تاجرانہ ذہنیت کا خول چڑھا ہوا ہے، جس میں علم کی بھی خواہی نخواہی خدمت ہو ہی جاتی ہے۔

عربی کتابیں جو نصاب کا ضروری حصہ ہیں، اُن میں شاذ و نادر ایسی مطبوعات دستیاب ہیں جس کو فنی رعایتوں کے پیش نظر معتبر نسخوں کے ساتھ مقابلہ، تخریج کر کے چھاپا گیا ہو، عربی کی دوسری لاتعداد کتابیں جو مختلف علوم و فنون کا خزانہ ہیں، وہ ابھی محققین کی راہ تک رہی ہیں، ایسے ماحول میں جہاں نصابی اور بنیادی عربی مصادر کے لئے معتبر اور محقق نسخوں کی تلاش بے فائدہ قسم کی سوچ گردانی جائے، وہاں فارسی اور اردو کے عظیم الشان ذخیرہ کے بارے میں طباعت و اشاعت سے پہلے "تدوینِ متن" کے لئے ضروری مقابلہ نصوص بواسطہ نسخہائے معتبر، اور مراجعت مصادرِ مؤلف کا شاید تصور بھی نہ کیا جا سکے، "تدوین متن" کے بنیادی عمل پر ہی "تحقیق" کا اطلاق ہوتا ہے، جس کے بغیر کوئی نسخہ استناد کا درجہ نہیں

پاسکتا؛ بیسیوں مکرر موضوعات پر نئی کتابیں لکھنے سے زیادہ ضروری کام بزرگوں کی کتابوں پر "تدوین متن" کے کام کرنا ہے۔

"دار الکتب العلمیہ" اور دوسرے غیر معیاری اداروں کی کتابیں مالی فوائد کی وجہ سے عام ہیں، علمی کتابوں اور تحقیقی اداروں کی مطبوعات شاذ و نادر ہی دستیاب ہوتی ہیں؛ کہیں خریدار ہوں تو کتابیں نہیں، کتابیں ہوں تو خریدار شائقین کے انتظار میں رہ رہ کر بوسیدہ ہو رہی ہیں! علم کی گرم بازاری تو اُسی وقت قائم ہوتی ہے جب ہر کتاب کے لئے پڑھنے والا اور ہر پڑھنے والے کے لئے مطلوبہ کتاب میسر ہو۔ مطبوعہ کتاب زیادہ خوش قسمت ہوتی ہے، اُسے کوئی قاری مل ہی جاتا ہے، پر مخطوطے اور ذاتی مسودے تو کسی کے بس میں نہیں ہوتے، پھر انہیں ضائع ہونے سے بچانے کے لئے بھی چھاپنے سے بہتر کوئی طریقہ نہیں، یہ خواہش کہ ہر گھر، نگر مانگ ہو تو زیور طبع سے آراستہ کریں، کتنے ہی قیمتی، نادر مخطوطوں اور مسودوں کی قاتل ہے، جس کا حساب تو کبھی ہوگا۔

علوم حدیث کے ایسے ماہرین کی تلاش ہے جو فن جرح و تعدیل سے استفادہ کر کے نئے تقاضوں کے پیش نظر اِن پروردہ و شکار کردہ باطل لوگوں کی خبر لیں، امت کو ان کی شر، فتنہ سے محفوظ کرنے کا سامان کریں۔ یہ چیلنجز ہیں جن کا سامنا کرنا علوم نبوت کے حاملین کا فریضہ ہے؛ یہ سب کام کرنے کے ہیں، آج شروعات کر کے ذمہ داری نبا ہیں؛ چاہے کل نئے فتنوں کے سر اٹھانے کا مزید انتظار کر کے چار و ناچار کرنا پڑے۔

نئے، چیلنجز اور در پیش مسائل کا تقاضا ہے کہ مدارس و جامعات کے ذی استعداد اور مناسب طبیعت و مزاج رکھنے والے فضلاء کو اُن تربیت گاہوں کی طرف متوجہ کیا جائے، جہاں اُن کی چھپی ہوئی صلاحیتیں کھل کر سامنے آئیں اور عملی میدانوں میں کود پڑنے کے لئے تیار ہو جائیں، جو شخص فنی مہارت کے لئے ضروری، بنیادی صلاحیت کا مالک نہ ہو، اردو تراجم یا مختصرات پڑھ کر، مصطلحات کی رٹی رٹائی تعریفات اور قاعدے یاد کر کے عملی میدان میں کودنا چاہتا ہے: وہ قدیم چیلنجز سے نمٹ لینے کا اہل نہیں؛ جبکہ اس کے لئے مواد بھی دستیاب ہوتا ہے؛ (اگر قوت فہم اور صلابت فکر کی نعمت حاصل ہو) ایسا شخص نئے چیلنجز کا جواب نہیں دے سکتا؛ کیونکہ اس کی کوئی ٹھوس بنیاد نہیں، مضبوط سہارا نہیں۔

عموماً ایسے کمزور لوگ ذمہ داریوں کا بوجھ اٹھانے کے بجائے اور گراں بار بنا دیتے ہیں، اور یوں چیلنجز کا سامنا کرنے کے بجائے خود ایک اور چیلنج بن کر سامنے آجاتے ہیں، نام نہاد مفکرین اور بزعم خویش محققین میں کئی ایسے لوگ موجود ہیں، جو نئے چیلنجز کا جواب دینے کے لئے مسحور کن لیبل، عنوانات اختیار کر کے ماضی سے رشتہ توڑنے کو مستقبل کی طرف پیش رفت باور کرانا اپنی ذمہ داری سمجھتے ہیں؛ اور اسی بے بنیادی پر اپنی ترقی کی بنیاد رکھنے کو عظیم انقلاب خیال کرتے ہیں۔

ٹھوس علمی فضاء بنانے کے لئے کتب خانوں کو وسعت دینا ضروری ہے، یہ بالکل بدیہی بات ہے؛ کیونکہ کتب خانے ان علوم و فنون کا خاموش خزانہ ہیں؛ جن کی تعلیم و تربیت، حفاظت و اشاعت کے لئے یہ ادارے بنائے گئے ہیں، اساتذہ، طلبہ اور خدام کے ذریعہ، درس و تدریس کا متحرک ماحول قائم کیا گیا ہے۔

کتب خانوں کے اوقاتِ کار بڑھانے کے لئے رجالِ کار میں اضافہ بھی ناگزیر ہوجاتا ہے، کتابوں کی خدمت پر مامور افراد "فنِ کتب خانہ" سے واقفیت رکھنے کے ساتھ کتابوں سے بھی وابستگی رکھتے ہوں، کتاب خواں اور تحقیق نگار کے ذوق ومزاج سے آگاہ ہوں، جو آنے والے طلبہ، اساتذہ، اور دوسرے متلاشیان کتاب کا کھل کر استقبال کرتے ہوں، اُن کی راہ تک رہے ہوں، اور کسی نوادر، بے وقیتے کے آنے پر چیں بجبیں نہ ہوں؛ کیونکہ کتابوں کی حفاظت نہایت ضروری گردانے جانے کے باوجود قراءت ومطالعہ کا ہرگز متبادل نہیں، لوگوں نے کتابیں پڑھنے کے لئے لکھی ہیں؛ محض رکھنے اور سجانے کے لئے نہیں۔

مطالعہ کا شوق بڑھانے میں لائبریرین کا کردار بہت اہمیت کا حامل ہے، حفاظت کے نام پر کوئی بھی ایسا رویہ اختیار کرنا صحیح نہیں؛ جس سے آنے جانے والوں کی حوصلہ شکنی ہو، اور وہ کتب خانہ سے استفادہ کی خاطر آنے کو شدید مجبوری کے ساتھ جوڑ دیں؛ ایسی کتابیں کس کام کی جس سے بآسانی استفادہ نہ کیا جاسکتا ہو۔

حدیث اور علوم حدیث پر قدیم وجدید لٹریچر فراہم کرنے کی باقاعدہ اور منظم کوششیں کی جائیں؛ اتفاقیہ اور ہدایا وتحائف پر قناعت کرنے کے بجائے متحرک پروگرام کے تحت کتابیں، رسائل اور مضامین وغیرہا جمع کی جائیں، حدیث اور علوم حدیث سے متعلق نئے الیکٹرانک ذرائع، فہرست نما ذخیرے بھی فراہم کئے جانے کے باقاعدہ سلسلے ہوں؛ تاہم معذور لوگوں کے اِن آلات اور عدیم الفرصت یا کم ہمت لوگوں کے لئے تیار کئے گئے اِن پروگراموں سے استفادہ کے دوران تربیتی اور مسلکی تحفظات کو نظر انداز نہ ہونے دیا جائے۔

دوسری طرف سہولیات کی فراہمی کے ساتھ اساتذہ، طلبہ میں ٹھوس علمی استعداد کا ذریعہ بننے والے رجحانات کو فروغ دیا جائے، استعداد کی پختگی کو ہر دم مدنظر رکھا جائے، مطالعہ کرنے اور لکھتے پڑھتے رہنے کو عمومی رواج دیا جائے، پختہ استعداد اور ٹھوس فکر وخیال کے آڑے آنے والے تمام تر اسباب کا بخوبی جائزہ لے کر ان کی درجہ بدرجہ حوصلہ شکنی کی جائے، نصابی کتابوں کے اردو تراجم کے فروغ کی حوصلہ شکنی کی جائے، اس کے بجائے عوام کے لئے لکھا جائے یا پھر ایسے خالص علمی موضوعات کو ہاتھ لگائیں جو عرصہ سے تشنہ تحقیق ہیں، کہ علم کی خدمت بھی ہوگی اس کا فروغ بھی، پختگی بھی آئی گی اور سلف کی کتابوں سے رشتہ ومناسبت بھی؛ صرف پختہ کار لوگ ہی نمونہ ہوں، اس کے لئے ہر فن کے مصادر، بنیادی کتابیں اور بنیادی شخصیات پر ہی توجہ مرکوز رہے۔

حدیث اور علوم حدیث کی تربیت گاہوں میں سلف صالحین اور اکابرینِ امت کے ساتھ علمی وروحانی رشتوں کو مضبوط کرنا بھی لازمی حصہ ہو؛ اِس کا ماحول قائم کیا جائے؛ کیونکہ یہ ایک حقیقت ہے کہ دینی مدارس وجامعات کا نصاب صرف لفظی وتحریری تعلیم پر ہی مشتمل نہیں؛ بلکہ مخصوص علمی وروحانی ماحول بھی اُس کا ضروری حصہ ہے؛ جو شروع سے مستند درسگاہوں میں توارثاً وتعاملاً منقول وموجود رہا ہے؛ اور اِسی علمی وروحانی، عملی وتحریکی جامعیت کی بنا پر اِن اداروں نے عظیم خدمات انجام دئے ہیں۔

☆......☆......☆